مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے!

آہ! محمد امین خان کھوسو

ماہ دسمبر میں سندھ بلوچستان کے ممتاز سیاسی رہنما اور تحریکِ آزادی وطن کے عظیم رہبر سردار محمد امین خان کھوسو کا انتقال ایک ایسا قومی المیہ ہے جو کبھی فراموش نہیں ہو سکتا۔ مرحوم کھوسو کی تعلیم علی گڑھ میں ہوئی جیسے ہی انھوں نے وکالت کی تعلیم مکمل کی تو وطن میں آکر صحافت و سیاست میں مشغول ہو گئے یہ وہ زمانہ تھا جب بلوچستان میں سامراجی حکومت کی طرف سے مظالم ڈھائے جاتے تھے قبائلی سردار انگریز سامراج کی غلامی پر فخر کیا کرتے تھے اور خطاب حاصل کرتے رہتے تھے عین اس حالت میں جبل مگسی سے ایک نوجوان محب وطن سردار یوسف علی خان، بلوچوں کی اصلاح اور ان کو حقوق دلانے کے لیے اٹھے بلوچ کانفرنس بلائی اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے تگ و دو شروع کر دی، انگریز حکام کا اتنا رعب تھا کہ کسی سردار کو ان کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اچانک جیکب آباد سندھ کے ایک چھوٹے گاؤں عزیز آباد سے سردار یوسف علی خان کی حمایت اور انگریز سامراج کے خلاف ایک باطل شکن آواز اٹھی جس نے قصرِ سامراج کو ہلا کر رکھ یہ آواز تھی سردار محمد امین خان کھوسو کی، کھوسو مرحوم نے نواب یوسف علی خان کے خاص رفیق اور راست باز دو بن کر بلوچوں کی اصلاح اور وطن کی آزادی کے سلسلے میں زبردست تحریک چلائی مگر افسوس کہ نواب یوسف علی خان کوئٹہ کے زلزلہ میں حادثہ کا شکار ہو گئے۔

سندھ میں آزادیٔ وطن کے کارواں کے پیشوا حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ تھے

حضرت استاذ مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ اپنے استاذ شیخ الہندؒ کے ایما سے افغانستان چلے گئے تھے اس سفر کا سارا انتظام حضرت امروٹی نے کیا تھا۔ سردار کھوسو صاحب حضرت امروٹی کے بڑے معتقد تھے اور تحریک آزادی میں ان کی جماعت کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ آگے چل کر سردار صاحب کانگریس کے ٹکٹ پر سندھ اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہو گئے اور خان بہادر اللہ بخش او۔ بی۔ اے کو القاب چھڑا کر وطن کی تحریک آزادی میں سرگرم رہنما کی حیثیت سے شامل کرنے کا بڑا سہرا کھوسو مرحوم کے سر پر ہے۔ ان ہی کی کوشش سے، اللہ بخش شہید نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دور میں حضرت استاذ مولانا عبیداللہ سندھی کی ضمانت دے دی اور مولانا سندھیؒ کو واپس سندھ آنے کی اجازت ملی۔

سردار محمد امین خان ایک شعلہ بیان مقرر اور زور قلم کے مالک تھے۔ عوام کی محبت میں اتنے بڑھ گئے کہ کچھ زمانہ تو مارکسزم کے بڑے حامی تھے۔ سندھ میں اکثر ہندو اور مسلم کامریڈوں کی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی لیکن مولانا عبیداللہ سندھی کی واپسی کے بعد جیسے ہی سردار صاحب کو مولانا سندھیؒ کی زیارت نصیب ہوئی تو جملہ غیر اسلامی عقائد اور رجحانات سے تائب ہو کر مولانا سندھی کے سیاسی خیالات کے مبلغ بن گئے اور آخر دم تک اسی پر کاربند رہے۔ اس نظریہ میں اتنے پختہ تھے کہ گفتار، کردار اور شکل و شباہت میں بھی وہ مولانا سندھی کے مثیل بن گئے تھے حضرت مولانا سے ان کو اتنی محبت تھی کہ ان کا نام لے کر گریہ کرتے تھے اور سختی سے ان کے سیاسی خیالات اور عقائد کی تبلیغ کرتے تھے۔ حضرت مولانا سندھیؒ سے ان کی والہانہ محبت کا اندازہ ان کی اس تحریر سے کیا جا سکتا ہے۔

"حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی مجھ غریب پر جو عنایت تھی اُس کے ثبوت میں ان کا ایک فقرہ درج کرتا ہوں۔ محمد بن قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے مولانا میرے کام کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"ہمارا پارٹی نظام سندھ اسمبلی میں نمودار ہو گا ہمارا یہ کام بڑھ رہا ہے مگر بہت آہستہ آہستہ"۔

حضرت مولاناؒ کی آمد سے پہلے میری جو کیفیت تھی وہ باقی نہ رہ سکی حق و صداقت کے

اس پیرا ہن کے دیکھنے کے بعد میری سخن پرستیاں باقی نہ رہ سکیں ۔

بالا بلند عشوہ گر سرو ناز من   کوتاہ کرد قصۂ زہد دراز من

اب میں حضرت مولانا کی روح کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان مردوں کا کسی سیاسی گروہ، جماعت یا فرد کی تائید کی یا اس سے سیاست سیکھنے کی اب مجھے ضرورت باقی نہیں رہی۔

سردار محمد امین خان ایک عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے ایک طرف تو وہ اپنے سیاسی معتقدات میں کسی بھی دوسرے زعیم کی پیروی نہ کرتے تھے اور دوسری طرف ان کی ذاتی دوستی کا یہ عالم تھا کہ جناب جی ایم سید کو سندھ کا سید اعظم کہا کرتے تھے اور جب کبھی لاہور جاتے تو مولانا چودھری صاحب سے بھی ان کی ملاقاتیں ہوتیں۔ قائدِ عوام جناب ذو الفقار علی خان بھٹو کے بڑے مداح اور معاون تھے۔ جناب بھٹو بھی ان کو چچا کہہ کر پکارتے تھے اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے مرحوم کا سندھ کے اندر حلقۂ احباب نہایت وسیع تھا۔

مرحوم کا بہتر ۷۲ سال کی عمر میں کراچی میں انتقال ہوا اور لاولد رہ کر فوت ہو گئے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اس المیہ سانحے میں ہم مرحوم کے بھائی جناب نظام الدین کھوسو سے شریک غم ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور اُن کے اعزہ و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی الولی حیدرآباد جنوری، فروری ۱۹۸۷ء)

تو مگر شمعی چو رفتی بزم برہم ساختی!

قحط الرجال کے اِس دور میں محمد امین خان کھوسو کا انتقال ایک قومی سانحے کی حیثیت رکھتا ہے وہ تاریخ سندھ کی ایک جلیل القدر شخصیت تھے۔ وہ ادیب تھے اور ادیب پرور، وہ عالم تھے اور علم نواز، وہ ایک مجلسی اور تہذیبی شخصیت تھے اور تہذیب و ثقافت کے دلدادہ، وہ کشادہ دل اور کشادہ دست تھے، سخاوت اور مہمان نوازی ان کی سیرت کا جوہر تھا، وہ دوستوں کے دوست تھے اور مجبوروں اور بے چاروں کے غم گسار۔

امین خان کھوسو جنگ آزادی کے مجاہد تھے۔ سندھ کو بمبئی پریسیڈنسی سے الگ کرانے اور مستقل صوبہ کا درجہ دلانے کی تحریک سے ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا تھا اور پھر پوری زندگی

سیاست کی صحرا نوردی میں بسر ہوئی تھی۔ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے فیضِ صحبت سے اُن کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا تھا۔ وہ سندھ میں عبیداللٰہی تحریک کے آخری مجاہد تھے اور ملک کے ان چند افراد میں سے تھے جو ملکی سیاست میں صاحبِ فکر و نظر سمجھے جاتے ہیں۔

وہ خود اپنی ذات میں ایک ادارہ، قبیلہ کھوسو کی ایک سربرآوردہ شخصیت تھے اور بلوچستان کی سیاست میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی وفات سے بلاشبہ سندھ اور بلوچستان کی تاریخ کا ایک دور ختم ہوگیا۔ وہ ایک ایسے گوہرِ نایاب تھے جو تاریخ کے ہر دور میں نہیں، تاریخ میں کبھی کبھی ساکنانِ ارضی کی خوش قسمتی سے صفحۂ ہستی پر نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کی شخصیت کا علمی، ادبی، تہذیبی، سیاسی، عملی اور فکری — ہر پہلو تاریخ کے ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی مختصر تحریر میں ان کی شخصیت کے عملی، فکری اور تہذیبی تمام پہلوؤں کا احاطہ ممکن نہیں۔

محمد امین خان کھوسو جیسی قومی شخصیت کو یاد رکھنا قومی حکومتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ اُن سے ضلع جیکب آباد میں اُن کے نام پر اُن کے شایانِ شان کوئی یادگار قائم کرے۔

محمد امین خان کھوسو کے انتقال کے الم ناک سانحے میں ہم ان کے بھائی نظام الدین کھوسو، ان کے عزیزوں اور ہزاروں عقیدت مندوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنی رحمت و مغفرت سے نوازے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین [1]

(علی نواز وفائی، ہفت روزہ آزاد، کراچی، ۱۰ دسمبر ۱۹۷۳ء)

افسوس کز قبیلۂ مجنوں کسے نہ ماند!

یہ سوچتا ہوں کہ سردار محمد امین خان کھوسو کا انتقال ہوگیا ہے، تو ہاتھ کانپنے اور قلم لرزنے لگتا ہے ذہن ماؤف ہو جاتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے حادثہ انتقال پر اپنے تاثراتِ غم کا اظہار کس طرح اور کن الفاظ میں کیا جائے!

---

[1] مترجم: پروفیسر شہزاد خان، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری سائنس اینڈ کامرس کالج، اورنگی ٹاؤن، کراچی

محمد امین خان کھوسو سرزمین سندھ کے ایک جان باز سپوت، وفا سرشت فرزند اور محب وطن رہنما تھے اُس وطن دوست اور حریت پسند شخص کی پوری زندگی آزادیٔ وطن کے لیے جد و جہد میں اور آزادی کے بعد قوم کی خدمت اور ملک کی تعمیر و استحکام کے لیے مساعی میں بسر ہوئی وہ بڑے حوصلے کے شخص اور عظیم رہنما تھے وہ مفکرِ اسلام مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے فکر کے آشنا، اس کے [illegible] ملت کے خادم اور اسلام کی عالم گیر تعلیمات کے مبلغ تھے۔

محمد امین خان، مولانا حافظ محمد صادق مرحوم، مولانا دین محمد وفائی مرحوم، حکیم فتح محمد سیوانی مرحوم اور اللہ بخش شہید کی بزم علم و تہذیب و سیاست کے آخری رکن تھے جو اپنے انہی ساتھیوں کے پاس جانے کے لیے آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

وہ اپنی پوری زندگی میں بدوِ شعور سے وفات تک قوم و وطن کی خدمت میں مصروف رہے انھوں نے سیاسی میدان میں قابلِ رشک خدمات انجام دیں وہ مایہ ناز قومی رہنما تھے ان کی وفات کا حادثہ ایک خاندان یا برادری کا نقصان نہیں بلکہ قومی حادثہ اور ملک کا نقصان ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے اہل خاندان اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔[1]

(مولانا اللہ درایہ بروہی، ہفت روزہ آزاد، کراچی، ۱۰ دسمبر ۱۹۷۳ء)

خان محمد امین خان کھوسو سرزمینِ سندھ کے ایک مایۂ ناز مجاہد، اہلِ دل اور بڑے حوصلے کے شخص اور جگر دار انسان تھے وہ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے فکر کے دل دادہ اور اس کے حقیقی امین تھے۔

ہماری نئی نسل شاید اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ مرحوم خان محمد امین خان محض ایک فرد نہ تھے بلکہ وہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے ایک مستقل ادارہ اور ایک چلتی پھرتی سیاسی انقلابی تاریخ تھے۔

مرحوم سردار امین خان وادیٔ سندھ کا ایک عظیم سرمایہ تھے۔ سندھ کے اس بہادر بے باک

---

[1] مترجم: پروفیسر شہزاد خاں

اور بے ریا انسان نے زندگی کے کسی مرحلے میں اپنے اصول، اپنے فکر اور اپنے مقصد سے روگردانی نہیں کی۔ انھوں نے جب کسی مشن، کسی تحریک یا کسی جماعت سے پیمانِ وفا باندھا یا کسی شخص کو اعتماد دلایا تو پھر اس سے نہ منہ موڑا نہ بے وفائی کی اور نہایت نامساعد حالات میں بھی پوری استقامت کے ساتھ اپنے عہد پر قائم رہے اور بے وفائی و بد عہدی کے داغ سے اپنے دامن سیرت کو آلودہ نہ ہونے دیا۔

لیکن آہ! آج اس عظیم سیرت کا قالب اجل کے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ کر ایسا مٹی میں ملا ہے کہ اس کی ہستی کا کوئی ذرہ اور اس کے جیب و دامن کا کوئی ٹکڑا ہمارے ہاتھ نہیں آسکتا۔ لیکن اس کی سیرت ہمارے ذہن میں ہمیشہ زندہ رہے گی اور اس کا فکر ہمیشہ زندگی کی راہوں میں ہماری رہنمائی کرے گا۔ اگرچہ ہم اس کے وجود گرامی کی کمی کو ہمیشہ محسوس کرتے رہیں گے۔

رفتی و از رفتن تو عالمی تاریک شد
تو مگر شمعی چو رفتی بزم برہم ساختی

(مولانا اللہ دریابہ بردہی)

بقیہ: صفحہ ۴۳ سے آگے

آپ میں سے جو حضرات شعور رکھتے ہیں انھیں اور آپ کے ذریعے ملک کے دوسرے باشعور حضرات کو میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس عہد میں میرے شریک اور اس مقصد میں میرے ہم نوا بن جائیں۔

میں آپ حضرات پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے سعی اور عمل کا پہلا میدان سندھ صرف سندھ بنے گا۔ اس لیے کہ ایک سندھی ہونے کی حیثیت میں پہلی ذمہ داری سندھ کی تعمیر و ترقی کی ہے، پھر دوسرے اور پورے ملک کی۔ یہ صرف ترتیب کار کی بات ہے۔ اس سے زیادہ اس کا کوئی اور مطلب نہیں۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ وحدت انسانیت کے قائل تھے۔ ان کی فکر کا یہ ایک نہایت اہم پہلو ہے۔ اس لیے ان کے کسی عقیدت مند کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ کسی محدود جغرافیائی یا طبقاتی دائرے کے اندر محصور ہو کر سوچے گا درست نہیں ہوسکتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ